عقیدۂ ختم نبوت کے گرد ایک نہ ٹوٹنے والی فصیل
دورِ حاضر میں
منکرینِ رسالت
کے مختلف گروہ
تصنیف: رئیس القلم
حضرت علامہ ارشد القادری
www.jannatikaun.com

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
دورِ حاضر میں منکرینِ رسالت
عقیدۂ ختم نبوت کے گرد ایک نہ ٹوٹنے والی فصیل
تصنیف: رئیس القلم علامہ ارشد القادری
حاشیہ
مفتی غلام محمد سردار صاحب (لاہور)
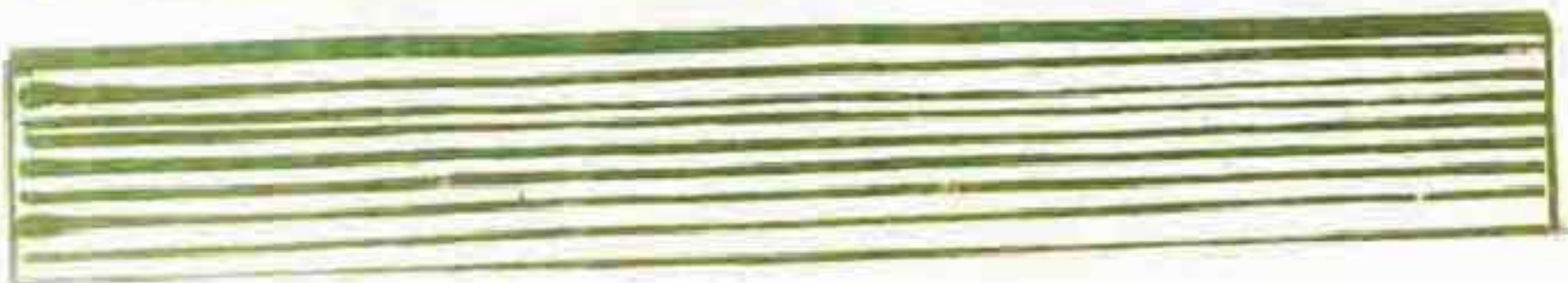
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلے اسے پڑھیے

(از: علامہ ارشد القادری)

زیر نظر کتاب میں دورِ حاضر کے منکرین ختم نبوت کے دو چہرے پیش کیے گئے ہیں۔ ایک چہرہ تو اتنا بے نقاب ہے کہ اسے بے نقاب کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ چہرہ قادیانیوں کا ہے۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی کو کھلے بندوں نبی مانتے ہیں۔ لیکن دوسرا چہرہ جو خوبصورت غلاف میں چھپا ہوا ہے اُسے قلم کی نوک سے پوری طرح بے نقاب کر دیا گیا ہے۔ یہ چہرہ دیوبندی مذہب کے ان پیشواؤں کا ہے جنہیں سادہ لوح عوام صرف ان کے علم اور تقدس کی جھوٹی شہرت کے ذریعہ جانتے ہیں۔ گھر کے اندر کا حال انھیں بالکل نہیں معلوم۔ اس کتاب میں نا قابل تردید دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں ایک مصنوعی نبی کو جنم دینے والے یہی دیوبندی اکابر ہیں۔

میں اپنے اس پیش لفظ کے ذریعہ اچھی طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ دیوبندی اکابر کے خلاف میرا یہ الزام مذہبی تعصب پر نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے ساتھ اکابر دیوبند کی نیازمندی اور خوش عقیدگی کا جو واقعہ مشہور دیوبندی رہنما مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب "سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری" میں بیان کیا ہے۔ اسے دشمن کا نہیں بلکہ ایک عقیدت کیش مخلص کا اعتراف سمجھنا چاہیے۔

اب یہ کہانی انھی کی زبانی سنیے۔ موصوف اپنے پیر و مرشد کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> حضرت نے مرزا صاحب کی تصانیف میں کہیں پڑھا تھا کہ ان کو خدا

کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ اُجِیبُ کُلَّ دُعَائِكَ اِلَّا فِی شُرَكَائِكَ یعنی میں تمہاری ہر دعا قبول کروں گا سوائے اُن دعاؤں کے جو تمہارے شرکت داروں کے بارے میں ہوں۔

حضرت مرزا صاحب کو اسی الہام اور وعدہ کا حوالہ دے کر افضل گڑھ سے خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ میری آپ سے کسی طرح کی بھی شرکت نہیں ہے۔ اس لیے آپ میری ہدایت اور شرح صدر کے لیے دعا کریں۔

وہاں سے عبدالکریم صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب ملا کہ تمہارا خط پہنچا تمہارے لیے خوب دعا کرائی گئی۔ تم کبھی کبھی اس کی یاددہانی کر دیا کرو۔ حضرت فرماتے تھے کہ اس زمانے میں ایک پیسہ کا کارڈ تھا میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ایک کارڈ دعا کی درخواست کا ڈال دیتا۔"

ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں منگوائی تھیں اس غرض سے کہ ان کی تردید کریں گے میں نے بھی دیکھا قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہوگیا۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں"۔

(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری ص ۵۵-۵۶)

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ کچھ دنوں تک شاہ عبدالقادر صاحب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی تھے۔ لیکن دین میں اعلیٰ حضرت کی سختی انھیں پسند نہیں آئی اور وہ دوسری جگہ چلے گئے۔

اس عبارت میں ایک طرف مرزا غلام احمد قادیانی کیساتھ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے پیر و مرشد کا کردار ملاحظہ فرمایئے کہ ایک کذّاب مدعیٔ نبوت کے ساتھ انھیں کتنی خوش عقیدگی ہے کہ اس سے اپنے شرح صدر اور ہدایت کے لیے دعا کرا رہے ہیں اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت کے ایمان و یقین کی بصیرت، عرفان حق کی جلالت شان اور باطل شکنی کا حوصلہ ملاحظہ فرمایئے کہ دشمن سے لڑنے کے لیے ہتھیار جمع کر رہے ہیں۔

اور یہ بھی سچائیوں کی فیروز مندی کہی جائے گی کہ اس عبارت میں واقعہ نگار نے دونوں کا حال بیان کر دیا ہے ۔ اپنا بھی اور ہمارا بھی ۔ !!

واقعہ کی تفصیل بتا رہی ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ مرزا صاحب خدا کے ساتھ مخاطبت اور نزول وحی والہام کا دعویٰ کر چکے تھے اس لیے تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ سارا تعلق بے خبری میں نہیں قائم ہوا تھا۔ بلکہ پیر صاحب کا منہ بولا اقراری بیان ہے کہ مرزا صاحب کی کتابیں پڑھنے کے بعد ان کی طرف دل کا میلان اتنا بڑھ گیا کہ ایسا معلوم ہونے لگا کہ اپنے دعوئے نبوت میں وہ سچے ہیں ۔

واقعات کے بطن سے پیدا ہونے والی الزام کی چٹان کیونکر ٹوٹ سکتی ہے کہ ختم نبوت کا وہ عقیدہ جو امت کو ورثے میں ملا تھا ، دیوبندی اکابر کے حلق کے نیچے نہیں اتر سکا ۔ کیونکہ ختم نبوت کا عقیدہ اگر انھوں نے دل سے تسلیم کیا ہوتا تو ایک جھوٹے مدعی نبوت کے ساتھ اس طرح کی خوش عقیدگی کا مظاہرہ وہ کبھی نہیں کرتے ۔

حقائق و واقعات کا یہ نتیجہ پڑھ کر پیشانی پر شکن مت ڈالیے کہ عقیدہ ختم نبوت کے انکار میں میرے پاس دیوبندی اکابر کی ایک ایسی بھی دستاویز موجود ہے جسے پڑھتے ہی پوری جماعت پر سکتہ طاری ہو جائے گا ۔ اور دیوبندی فرقے کے مہنتوں کو مسلم آبادیوں میں منہ چھپانے کی کوئی جگہ نہیں مل سکے گی ۔

اب دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ دیوبندی فرقے کے عظیم رہنما قاری طیب صاحب کی تہلکہ خیز تحریر پڑھیے ۔

> ختم نبوت کے یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ۔ یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے ۔
>
> (خطبات حکیم الامت الاسلام ص۵۰)

آخر میں دیوبندی علماء سے یہ گزارش کرتے ہوئے اپنا پیش لفظ ختم کرتا ہوں کہ خدا کے لیے اب تو دنیا کو دھوکہ مت دیجئے

آر شکیل القادری
نئی دہلی
۱۲ر اپریل سنہ ۱۹۸۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا گروہ

منکرین رسالت کا سب سے پہلا گروہ ابوجہل، ابولہب اور اس کے ساتھیوں کا ہے۔ دل سے لے کر زبان تک اور گھر سے لیکر میدان جنگ تک ان کی زندگی کا کوئی بھی گوشہ انکار سے خالی نہیں ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ ان ظالموں نے رسالت کا کھلم کھلا انکار کیا بلکہ ان محسوس حقیقتوں کا بھی انکار کر دیا جن سے دعوے رسالت کی سچائی پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ سنگریزے شہادت دے رہے ہیں، درختوں کی شاخیں ترنگوں میں، چاند نے اپنا سینہ شق کر دیا ہے۔ پتھروں کے جگر موم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ سنگدل سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اپنی شقاوتوں پر نازاں ہیں۔

سچ کہا ہے کسی دانا نے کہ عناد ایک ایسا حجاب ہے جس میں بصیرت ہی کی نہیں ماتھے کی آنکھ بھی چھپ جاتی ہے۔ معاند آدمی سوئی تو دیکھ سکتا ہے لیکن اسے پہاڑ نظر نہیں آسکتا۔

اس گروہ کا انکار اتنا واضح ہے کہ مزید کسی وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ خدا اور رسول کے تئیں کبھی یہ منکر ہیں اور خلق خدا سے بھی ان کا انکار چھپا ہوا نہیں ہے۔ ان کے چہرے پر کوئی نقاب ہی نہیں ہے کہ اسے اٹھایا جائے۔

دوسرا گروہ

منکرین رسالت میں دوسرا گروہ عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کا ہے اس گروہ کو قرآن منافقین کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ خدا کی کائنات میں یہ اتنی پیچیدہ مخلوق ہے کہ اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مختلف انداز میں اس گروہ کی نشاندہی فرمائی ہے اور اس کے ذہن و فکر کا جغرافیہ اتنی وضاحت کے ساتھ نمایاں کردیا ہے کہ اب سرحدوں کے امتیاز میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اس گروہ سے اسلام کی وحدت کو جو شدید نقصان پہنچا ہے وہ ہماری تاریخ کی ایک خونچکاں داستان ہے جمل اور صفین سے لے کر معرکۂ کربلا تک مقدس خونوں کی یہ بہتی ہوئی نہر انہی ظالموں کے ہاتھ کی کھودی ہوئی تھی۔

آدمی کی فطرت یہ ہے کہ جب تک واقعہ عالمِ وجود میں نہ آجائے گزند پہنچانے والی چیزوں کو وہ کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا۔ منافقین کے بارے میں قرآن کی بار بار نشاندہی بلا وجہ نہیں تھی۔ لیکن ان لرزہ خیز واقعات کے بعد جو پہلی صدی میں رونما ہوئے یقین کرلینا پڑا کہ سب سے بڑا خطرہ اسلام کے لیے منافق کا وجود ہے۔

آستین میں سانپ بن کر چھپے رہنے کے لیے اس کے پاس سب سے محفوظ نقاب اس کا نمائشی اسلام اور مسلم معاشرہ کے ساتھ کلمۂ طیبہ کا اشتراک ہے کوئی تنگ اسلام ہی ہوگا جو توحید و رسالت کے اقراری کو اپنا شریک اسلام نہ سمجھے اور اس کے لیے ایک مخلص بھائی کی طرح اپنے پُرسوز دل کی وسعتوں کا دروازہ نہ کھول دے۔

لہ منافقین اصطلاحِ اسلام میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اسلام میں ایک دروازے سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

بس یہی ہے وہ دامِ ہمرنگ زمیں جہاں آسانی سے ایک مسلمان کا شکار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن قربان جائیے قرآن کریم کی بلاغت بے پایاں کے کہ اس نے منافق کے چہرے کا یہ نقاب بھی الٹ کر رکھ دیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ توحید و رسالت کا ہر اقرار ہی تمہارے ایمان و اسلام کا ثبوت ہی ہو جائے۔ کچھ ایسے بھی توحید و رسالت کے اقراری ہیں جو اپنے اقرار کے باوجود منکرین کے زمرے میں شامل ہیں۔

چنانچہ منافقین کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک جگہ قرآن فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ

اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر حالانکہ وہ (اس اقرار کے باوجود بھی مسلمان نہیں ہیں۔

توحید الٰہی اور عقیدۂ آخرت کے اقرار کے باوجود اس آیت میں ان کے مومن و مسلمان ہونے کی واضح طور پر نفی کر دی گئی ہے۔ اب دوسری آیت میں رسالت محمدی کے اقرار کی حیثیت ملاحظہ فرمائیے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ

آپ کے پاس منافقین آکر کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ بے شک اس کے رسول ہیں۔ لیکن منافقین کے بارے میں اللہ شہادت دیتا ہے کہ وہ بلاشبہ جھوٹے ہیں۔

اس آیت میں تو ان کے تماشتی اسلام کا پردہ اس طرح چاک کر دیا گیا ہے کہ ایک تار بھی باقی نہیں چھوڑا گیا۔ اب سمجھنا یہ ہے کہ وہ کس بات میں جھوٹے ہیں۔ رسول تو اپنی جگہ پر یقیناً رسول ہیں پھر آخر ان کا جھوٹ کیا ہے!

اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ دراصل وہ جھوٹے اپنی شہادت ہیں ہیں یعنی اپنے ضمیر کے عقیدے کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ ہے ایسا اقرار یقیناً ایک جھوٹے آدمی کا اقرار ہے اور چونکہ خیالات کا اصل مرکز دل ہے اس لیے اعتبار دل ہی کے عقیدے کا ہوگا۔ زبان کے اقرار کی حیثیت بالکل ایک جھوٹے ترجمان کی ہوگی۔

قرآن کی اس تنبیہہ سے معلوم ہوا کہ دل کی چوری پکڑی جانے کے بعد زبان کا کلام بھی کلمہ نہیں رہ جاتا۔ نبی کی طرف سے دل میں نفاق رکھ کر کوئی لاکھ اقرار کرتے اسے منکرین ہی کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔

آپ جب اس امر کی تفتیش کرنے بیٹھیں گے کہ منافقین کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عناد کیا تھا۔ تو آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح کھل جائے گی کہ سرکار کی عظمت شان سے وہ جلتے تھے، فضیلت و کمال کی کوئی برتری انھیں گوارا نہ تھی۔ ایسی تمام آیات سن کر وہ بوجھل ہو جاتے جو جلالت شانِ رسول کی ترجمان ہیں۔ ان کے دل کی اس کیفیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًاۚ

ان کے دلوں میں (جلن کا) روگ ہے تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے رسول کی رفعت و عظمت کا اظہار کرکے) اور ان کے روگ میں اضافہ کر دیا۔

حضور کے علم و فضل کا انکار، حضور کی شانِ تصرف کا انکار، حضور کی عظمت و برتری کا انکار، اس طرح کے بے شمار انکاروں کے ساتھ وہ رسالت محمدی کے اقرار کا رشتہ جوڑنا چاہتے تھے۔ قرآن نے اسی حرکت پر انھیں تنبیہہ فرمائی کہ لوازم رسالت کے انکار کے ساتھ رسالت کا اقرار کبھی جمع نہیں ہو سکتا۔

یہاں ضابطے کے طور پر یہ بات اپنی قوت حافظہ سے منسلک کر لیجیے کہ رسالت کا منکر وہی نہیں ہے جو برملا رسالت کا انکار کرتا ہے۔ بلکہ وہ بھی منکرین کے زمرے میں

ہے جو ایک طرف رسالت کا اقرار کرتا ہے اور دوسری طرف منصب رسالت کے لوازم سے دل میں عناد کا جذبہ رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کا پردہ فاش کر کے عوام کو ان کے دل کی چوری سے باخبر کرنا کتاب الٰہی کی سنت ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق اس گروہ کی شاخیں قیامت تک پھوٹتی رہیں گی۔ چنانچہ آج بھی قرآنی حقائق کی روشنی میں اگر حالات واقعات کا بے لاگ جائزہ لیا جائے تو منکرین رسالت کی مختلف شاخیں آج بھی مذہبی دنیا میں موجود ہیں۔ جو اپنے چہرے پر نمائشی اسلام کا نقاب ڈالے ہوئے ہمارے معاشرے میں بار پا گئی ہیں۔

ذیل میں ان کی نشاندہی اس لحاظ سے بے حد ضروری ہے کہ صحیح اسلام کو عزیز رکھنے والے ان کے فریب سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔

پہلی شاخ

ہند و پاک میں مختلف مقامات پر ایک گروہ پھیلا ہوا ہے جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے۔ وہ برملا رسول کی اطاعت کا منکر ہے، کیونکہ کھلم کھلا وہ تمام حدیثوں کا انکار کرتا ہے اور انہیں قابل عمل نہیں سمجھتا۔ حالانکہ کسی کی اطاعت اس کے احکام و فرامین کے علم کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رسول کے احکام و فرامین کے جاننے کا ذریعہ ہمارے پاس احادیث کے سوا اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔

آیات قرآنی کے مطالب کے سلسلے میں وہ رسول کی تشریحات پر بھی اعتماد

؎ پاکستان میں اسی قسال میں فرقہ پرویزیہ کو پیش کیا جا سکتا ہے جو علوم اسلام کے نام سے ادارہ چلاتا ہے اس کا بانی غلام احمد پرویز ہے بہت پڑھے لکھے کہلانے والے اپٹوڈیٹ حضرات اس کے جال میں مبتلا ہیں۔ ہندوستان میں بھی اس فرقہ کے مراکز جگہ جگہ قائم ہیں۔

نہیں کرتا وہ یہ حق مرکز ملت کو دیتا ہے۔ واضح رہے کہ مرکز ملت سے اس کی مراد اس گروہ کا سربراہ ہے۔

گزشتہ مباحث کی روشنی میں اب یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ اطاعت رسول کا انکار دوسرے لفظوں میں منصب رسالت ہی کا انکار ہے۔ لیکن طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اس انکار صریح کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ کلمے میں اشتراک کے مدعی ہیں۔ تاہم اتنا غنیمت ہے کہ وہ اپنے دل کے مرکزی خیالات پر کوئی پردہ نہیں ڈالتے۔ اطاعت رسول اور احادیث سے انکار کا وہ کوئی گوشہ چھپا کر نہیں رکھتے۔ انھوں نے اپنے آپ کو دوپہر کے اجالے میں لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ وہ جیسے ہیں سب کے سامنے ہیں۔ اس لیے ہمیں انہیں منکرین رسالت کے زمرے میں شامل کرتے وقت کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

اب آگے کا حال سنیئے:

دوسری شاخ

یہ گروہ قادیانیوں کا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب ہے۔ یہ گروہ بھی اس معنی میں رسالت کا منکر ہے کہ یہ "شرک بالرسالۃ" کا قائل ہے۔ کیونکہ شرک چاہے الوہیت کیساتھ ہو یا رسالت کے ساتھ بہرحال وہ انکار ہی کے ہم معنی ہے۔ آخر کفار مکہ بھی تو خدا کی الوہیت سے مطلقاً انکار نہیں کرتے تھے۔ ان کا انکار جو کچھ تھا وہ یہی تھا کہ خدا کے ساتھ ساتھ ہمارے یہ اصنام بھی منصب الوہیت میں شریک ہیں۔ ان کے اسی شرک کو قرآن نے انکار سے تعبیر کیا ہے۔

اسی طرح قادیانیوں کا گروہ بھی رسالت محمدی سے مطلقاً انکار نہیں کرتا اس کا اصرار صرف اس بات پر ہے کہ مرزا غلام احمد کو بھی رسالت محمدی میں شریک مان لیا جائے۔

ہمارا کہنا ہے کہ چاہے صاف لفظوں میں رسالتِ محمدی کا انکار نہ بھی، لیکن
"شرک بالرسالۃ" کا یہ ادّعا بھی تو انکار ہی کے ہم معنی ہے۔ قادیانی گروہ صرف رسالت
ہی کا منکر نہیں، ختمِ رسالت کا بھی منکر ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ منکرِ رسالت کے
لیے ختمِ رسالت کا انکار لازمی ہے کیونکہ رسالت کے انکار کے ساتھ ختمِ رسالت کا عقیدہ
کبھی جمع نہیں ہو سکتا۔ قادیانی گروہ کا عقیدۂ ختمِ رسالت سے انکار کی ضرورت یوں
بھی پیش آئی ہے کہ بغیر اس کے کسی مصنوعی نبی کو ڈھالنا ناممکن ہے۔ اس راز کو سمجھنے کے
لیے کچھ زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ بالکل ظاہر ہے کہ جب تک دروازہ مقفل
ہے کوئی داخل نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اسے توڑا نہ جائے۔

لیکن وہ مقام جہاں ہمیں ان کی چوری پکڑنے میں تھوڑی سی زحمت کا سامنا
کرنا پڑتا ہے یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بھی تسلیم کرتے
ہیں اسے مسیح موعود بھی کہتے ہیں۔ اس پر وحی کے نزول کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور
دوسری طرف اسلام و قرآن کے ساتھ بھی اپنی وابستگی کا اعلان کرتے ہیں۔ مسلمانوں
کے ساتھ کلمۂ اسلام اور ضروریاتِ دین میں اشتراک کے بھی مدعی ہیں۔

ذیل میں ان کے شرک کا ایک رُخ ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا رُخ

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے ایک عربی خط میں لکھتا ہے:

> "میرا اعتقاد یہ ہے کہ میرا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور میں
> کوئی کتاب بجز قرآن کے نہیں رکھتا اور میرا کوئی پیغمبر بجز محمد مصطفےٰ صلی اللہ
> علیہ وسلم کے نہیں جو کہ خاتم النبیین ہے جس پر خدا تعالیٰ نے بے شمار
> برکتیں اور رحمتیں نازل کی ہیں اور اس کے دشمنوں پر لعنت بھیجی ہے

گواہ رہ کہ میرا تمسک قرآن شریف سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی جو چشمۂ حق و معرفت ہے میں پیروی کرتا ہوں۔

اور ان تمام باتوں کو قبول کرتا ہوں جو خیر القرون میں باجماع صحابہ صحیح قرار پائی ہیں۔ نہ ان پر کوئی زیادتی کرتا ہوں نہ ان میں کوئی کمی اور اسی اعتقاد پر میں زندہ رہوں گا اور اسی پر میرا خاتمہ اور انجام ہوگا۔ اور جو شخص ذرہ برابر شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو (ترجمہ)

(انجام آتھم ص۱۴۴)

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ اعلان پڑھیے

"میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو عقائد اسلامی میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔

میرا یقین ہے کہ وحی نبوت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ۔۔۔۔ اس میری تحریر پر ہر شخص گواہ رہے۔

(اعلان مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت ص۲ تا ۱۲)

مرزا جی کا یہ اعلان بھی پڑھیے!

ہم اس بات کے لیے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچا اور راست باز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔ ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو ان کی شان بزرگی کے خلاف ہو۔" (ایام صلح ٹائیٹل ص۳)

اب مرزا جی کی ایک اور تحریر ملاحظہ فرمایئے :

"غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان و زمین کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔" (ایام صلح صد ۸۶)

اب اخیر میں عقیدہ ختم نبوت پر مرزا جی کی ایک مکمل تحریر پڑھیئے۔

"کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم و صاحب فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر کسی استثنا کے خاتم النبیین نام رکھا ہے اور ہمارے نبی نے اہل طلب کے لیے اس کی تفسیر اپنے قول " لا نبی بعدی " میں واضح طور پر فرما دی ہے۔ اب اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم باب وحی بند ہو جانیکے بعد اس کا کھل جانا جائز قرار دیدینگے اور یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے۔ اور ہمارے نبی صلعم کے بعد نبی کیونکر آسکتا ہے۔ درآنحالیکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ فرما دیا۔" (حمامۃ البشریٰ صد ۳۴)

دیکھ رہے ہیں آپ! قادیانی مذہب کی اس دستاویز پر کہیں بھی انگلی رکھنے کی جگہ ہے! ادھر حضرت آدم صفی اللہ علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام سے لے کر سرکار مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ادھر حضرت صحابۂ کرام سے لے کر اہل سنت و جماعت کے سلف صالحین تک کوئی دامن بھی ایسا نہیں ہے جس سے غلام احمد لپٹا ہوا نہ ہو۔

حضور کے ختم نبوت کا بھی اقرار ہے اس کا بھی اعلان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی نبوت و رسالت کا مدعی ہے وہ کاذب کاذب ہے۔ دینداری کی انتہا یہ ہے کہ جو شخص بھی شریعت محمدی میں ذرا سی کمی بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

اب بتایئے! ـــــ کیا اس سے بھی زیادہ کسی متدین صحیح الاعتقاد اور نکھرے ہوئے مسلمان کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

لیکن اب حیرت و خشیت میں ڈوب کر تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ فرمایئے۔

دوسرا رُخ

مرزاجی لکھتے ہیں:

"یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جاوے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۸ صـ ۱۸۳)

دوسری جگہ مرزاجی کا ملفوظ یوں نقل کیا گیا ہے:

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں عیسائیوں اور ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لیے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو ہم بھی قصہ گو ٹھہرے کس لیے اسے دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔

(حقیقۃ النبوۃ صـ ۲۷۳)

پہلے تو مرزاجی نے ختم نبوت کا دروازہ توڑا۔ اس کے بعد اپنی نبوت کا آغاز یوں کرتے ہیں۔

"ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سیدنا و مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور

آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو وہ بلاشبہ بے دین اور مردود ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے اظہار و اثبات کے لیے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات الٰہیہ بخشے جو اس کے وجود میں ظلی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے سو اس طرح سے خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینۂ نفس میں منعکس ہوگئی۔

(چشمۂ معرفت صد ۳۲۴)

آگے چل کر یہ دعویٰ اور واضح ہوگیا۔ لکھتے ہیں:

مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد یا احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔"

(ایک غلطی کا ازالہ۔ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

محمد رسول اللہ بننے کے لیے اب لفظوں کا حجاب بھی اٹھا دیا گیا۔ مرزا جی کے الفاظ یہ ہیں:

"اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں۔ نہ نیا نبی نہ پرانا بلکہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی چادر دوسرے کو پہنا دی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں۔"

(اخبار الحکم قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء)

اب صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی کا اعلان سنیئے:

"اس بات میں کیا کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلعم کو اتارا تاکہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ

اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا پس مسیح موعود (مرزا غلام احمد) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعتِ اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔"

(کلمۃ الفصل)

جب مرزا جی معاذ اللہ محمد رسول اللہ ہی ٹھہرے تو اب ان پر ایمان لانے کا مرحلہ کتنا سنگین ہو جاتا ہے ظاہر ہے۔ صاحب زادہ بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں ذرا ہم سری ملاحظہ فرمایئے۔

"اب معاملہ صاف ہے۔ اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے۔ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے۔" (کلمۃ الفصل)

محمد رسول اللہ کی طرح معاذ اللہ مرزا جی پر بھی درود بھیجنا ضروری ہے۔ ذرا قادیانی کے یہ الفاظ پڑھیے۔

"بس یہ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ کی رو سے اور ان احادیث کی رو سے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ مسیح موعود (مرزا جی) علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا از بس ضروری ہے۔" (رسالہ درود شریف مصنفہ محمد اسماعیل قادیانی صفحہ ۱۳۴)

درود و سلام کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی کی زبان سے ایک اعتراض کا عجیب جواب سنیے:

"بعض بے خبر ایک یہ اعتراض بھی میرے اوپر کرتے ہیں کہ اس شخص کی جماعت کے لوگ اس پر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور ایسا کرنا حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور دوسروں کا صلاۃ یا سلام کہنا تو ایک طرف رہا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے

متعلق) فرمایا ہے کہ جو شخص اس کو یاد دے میرا سلام اس کو کہے اور احادیث اور تمام شروح احادیث میں مسیح موعود کی نسبت صدہا جگہ صلوٰۃ و سلام کا لفظ لکھا ہوا موجود ہے۔ پھر جب کہ میری نسبت نبی علیہ السلام نے یہ یہ لفظ کہا، صحابہ نے کہا بلکہ خدا نے کہا تو میری جماعت کا میری نسبت یہ فقرہ بولنا کیوں حرام ہو گیا۔ (منقول از اربعین صـ ۲۰)

مرزاجی کے پاس قرآن کی طرح وحی الہٰی کا ایک نیا مجموعہ بھی ہے، جیسا کہ خود فرماتے ہیں:

"میں جیسا کہ قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو میرے اوپر نازل ہوئی ہیں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوئی وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

اب مرزاجی کے وحی والہامات اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کے متعلق ایک مضحکہ انگیز عبارت پڑھیئے:

"قرآن کریم اور الہامات مسیح موعود دونوں خدا تعالیٰ کے پیغام ہیں دونوں میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا قرآن کو مقدم رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور مسیح موعود (مرزاجی) سے جو باتیں ہم نے سنی ہیں وہ حدیث کی روایت سے معتبر ہیں۔ کیونکہ حدیث ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نہیں سنی۔" (اخبار الفضل قادیان ۳۰ اپریل ۱۹۱۵ء)

اب دوسری عبارت پڑھیئے۔

"حضرت مسیح موعود (مرزاجی) نے فرمایا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کے الہام میں محمد رسول اللہ سے مراد میں

ہوں اور محمد رسول اللہ خدا نے مجھے کہا ہے۔

اب اس الہام سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) یہ کہ آپ (مرزا جی) محمد ہیں اور آپ کا محمد ہونا بلحاظ رسول اللہ ہونے کے ہے نہ کسی اور لحاظ سے۔

(۲) آپ کے صحابہ اس حیثیت سے محمد رسول اللہ ہی کے صحابہ ہیں جو اشدّاءُ عَلَی الکُفّار اور رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی صفت کے مصداق ہیں

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۹۱۵ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کی خود اپنے قلم سے ایک مضحکہ خیز تحریر پڑھیے۔

"صحیح بخاری، صحیح مسلم اور انجیل اور دانیال اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے اور دانیال نبی نے میرا نام اپنی کتاب میں میکائیل رکھا ہے اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند"

(حاشیہ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

حیرت بھری آنکھوں سے مرزا جی کا ایک اور دعویٰ پڑھیے۔

"میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۲ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

قادیانی حضرات اپنے فرقہ کے علاوہ عام مسلمانوں کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں اس کی تفصیل ذیل کی عبارتوں میں پڑھیے۔

پہلی عبارت:

ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا

ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو (مرزا جی) کو نہیں مانتا وہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل، مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

دوسری عبارت:

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔"

(انوار خلافت ص ۹۰ مصنفہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیانی)

نبوت اور پیغمبری کا یہ سارا ڈھونگ جس معشوقہ افرنگ کی شہ پر رچایا گیا تھا اب ذرا اس کا بھی کچھ حال پڑھیے اپنے آقائے نعمت سرکار برطانیہ کی ستائش میں مرزا جی لکھتے ہیں

"میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں اور نہ شام میں، نہ ایران نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں۔"

(اشتہار مرزا جی مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۶۹)

مرزا جی کا ایک اشتہار اور پڑھیے۔ شوق کی بے التفاتی کا شکوہ!

"بار ہا بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گذاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے اسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم رات دن کیا خدمت کر رہے ہیں میں یقین کرتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ ضرور میری خدمات کی قدر کرے گی۔"

(اشتہار مرزا جی مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۲۸)

ساٹھ سالہ جوبلی کے موقع پر ملکہ وکٹوریہ کو مرزا جی نے ایک عقیدت نامہ

ارسال کیا تھا۔ اس کا جواب نہ موصول ہونے پر مرزا جی کا (یاددہانی) یاددہانی ملاحظہ فرمایئے۔

> " اس عاجز کو وہ اعلیٰ درجہ کا اخلاص اور محبت اور جوش اطاعت جو حضور ملکہ معظمہ اور اس کے معزز افسران کی نسبت حاصل ہے جو میں ایسے الفاظ نہیں پاتا جن میں اس اخلاص کا اندازہ بیان کر سکوں۔
>
> اس سچی اور اخلاص کی تحریک سے جشن شصت سالہ جوبلی کی تقریب پر میں نے ایک رسالہ حضرت قیصرہ ہند دام اقبالہم کے نام سے تالیف کر کے اور اس کا نام تحفہ قیصریہ رکھ کر جناب ممدوحہ کی خدمت میں بطور درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا اور مجھے قوی یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزت دی جائے گی اور امید سے بڑھ کر میری سرفرازی کا موجب ہوگا۔۔۔۔
>
> مگر مجھے نہایت تعجب ہے کہ ایک کلمہ شاہانہ سے بھی ممنون نہیں کیا گیا۔ (ستارۂ قیصرہ ص۲ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

کہانی کا اختتام

شروع سے آخر تک آپ نے یہ کہانی پڑھ لی ہوگی۔ اگر نہیں پڑھی ہو تو درخواست کروں گا کہ ایک بار ضرور پڑھیئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دونوں رُخ آپ کے سامنے ہیں۔ ایمان و انصاف کو درمیان میں رکھ کر بتایئے کہ قرآن و اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی پرجوش عقیدت اور وابستگی کا دعویٰ کیا انہیں ایک منکر رسالت کے انجام سے بچا سکتا ہے۔

اس حقیقت کا وجود کہ کوئی کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی رسالت کا منکر ہو سکتا ہے اب آپ کے لیے عقلی اور ذہنی نہیں رہا۔ دیکھنا چاہیں تو آپ اس معنوی حقیقت کو پیکر

محسوس میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آنکھ کھولنے کی زحمت گوارا فرمائیے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے متفقہ طور پر اس گروہ کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ دیوبندی فرقہ جس کا قادیانی گروہ کے ساتھ ایک معنوی رشتہ ہے وہ بھی اس کے اسلام کو اسلام اور اس کے کلمے کو کلمہ تسلیم نہیں کرتا۔

قادیانی مذہب کی جو تفصیلات ہیں نے اسی مذہب کی کتابوں سے پچھلے اوراق میں سپرد قلم کی ہیں ان سے مندرجہ ذیل نتائج پر بھرپور روشنی پڑتی ہے

ا۔ رسالت محمدی کے انکار کا ایک پیرایہ یہ بھی ہے کہ ان کا کلمہ پڑھا جائے۔ ان کے اسلام سے اپنی وابستگی کا پرجوش اظہار کیا جائے اور جب لوگ مانوس ہو جائیں تو رفتہ رفتہ ان کے ذہن و فکر کی زمین اپنے حق میں محفوظ کر لی جائے۔

ب۔ اس دور پرفتن میں مسلمانوں کی مذہبی حس اور دینی غیرت اس قدر مردہ ہو چکی ہے کہ ناممکن دعویٰ بھی انہیں متزلزل نہیں کر سکتا۔ اور ان کے معاشرے میں بڑے سے بڑے دجال کو بھی قدم جمانے کی جگہ مل سکتی ہے۔ اسلام کے مفاد سے زیادہ سوسائٹی کا مفاد اب انہیں عزیز ہوتا جا رہا ہے۔ مادی اغراض سے بوجھل کسی بھی بھاری بھرکم آدمی کی ہلکی سی ضرب بھی ان کے ذہن کے تمام سانچوں کو آسانی سے توڑ سکتی ہے، جو چودہ سو برس کی طویل مدت میں ڈھالے گئے ہیں۔

ج۔ اب کسی کے بارے میں اس حیرت کا اظہار کہ بھلا کلمہ گو ہو کر وہ ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ ایک خوب صورت حماقت سے زیادہ نہیں ہے۔ کہنے والوں نے بھی سننے والوں کی دینی بے غیرتی اور مذہبی مردہ پن کا پوری طرح اندازہ لگا لیا ہے۔ اس لیے بڑی سے بڑی اسلام شکن بات کہنے میں اب انہیں کوئی

لے بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کے نئے اور خلاف معنی کا لکھ کر مرزا غلام احمد کو دعویٰ نبوت کا موقع فراہم کیا ہے۔ کما سیاتی بیانیہ۔

پاک محسوس نہیں ہوتا۔

د۔ انگریزوں نے اسلام میں انتشار برپا کرنے کے لیے ہندوستان کے اندر بڑے بڑے گل کھلائے۔ دولت اور عہدوں کا لالچ دے کر ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کرنا جو مذہبی مفاد و ترقی کے نام پر نئی نئی تحریکیں اٹھائیں اور آگے چل کر وہ مسلمانوں کی صلاحیتوں کا رُخ باہمی خانہ جنگی کی طرف پھیر دیں فرنگی سیاست کا خاص منصوبہ رہا ہے۔

اس مقصد کے لیے خصوصی طور پر پیغمبر اسلام کے منصب نبوت کو انھوں نے نشانہ پر رکھا۔ چنانچہ ان کی ساری ارزجی مذہب کے اسی رُخ پر صرف ہوئی ہے کہ مسلمانوں کے ذہن سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی انفرادیت ختم ہو جائے یا تو معاذ اللہ دنیا میں بہت سے محمد پیدا کر دیئے جائیں۔ یا پھر یہ ممکن نہ ہو تو مسلمانوں کے ذہن سے پیغمبر کے متعلق ان کے ان تصورات کا خاتمہ کر دیا جن سے روحانی توانائیوں کا رشتہ منسلک ہے۔

مذہبی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ انگریزوں کے یہ دونوں منصوبے پورے ہو گئے۔ چنانچہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی انفرادیت پر حملہ آور ہونے کے لیے دو ٹیمیں تیار ہوئیں۔ ایک ٹیم کا قصہ تو آپ پڑھ چکے اب دوسری ٹیم کی کہانی سنیئے۔

منکرین رسالت کی تیسری شاخ

یہ گروہ دیوبندی مکتب فکر کا ہے۔ ان پر بھی وہی الزام ہے کہ انھوں نے "تنقیص بالرسالۃ" کا ارتکاب کر کے رسالت کے انکار کا شیوہ اختیار کیا ہے۔ ان لوگوں کی کہانی اتنی طویل ہے کہ قادیانی مذہب کا جو قصہ آپ نے پڑھا ہے دراصل اس کا نقطہ آغاز

بھی لوگ ہیں۔

مصنوعی نبوت کی راہ میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہمیشہ حائل رہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی نیا نبی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر پیدا ہو تو حضور کی خاتمیت باقی نہیں رہتی۔

لیکن یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ حائل ہونے والی اس دیوار کو جس نے سب سے پہلے توڑا وہ اسی دیوبندی گروہ کا سربراہ تھا۔ اس نے برملا یہ کہا کہ "یہ خیال صرف عوام کا ہے ورنہ تحقیقی علم یہ ہے کہ اگر حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جب بھی حضور کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

پیغمبر اسلام کی انفرادیت کے خلاف فرنگی سازش کی یہ پہلی کڑی وجود میں آگئی۔ اب پیغمبرانہ منصب کے حصول کے لیے پہل کرنے والے آگے بڑھے۔ یہ لوگ ابھی درمیان ہی میں تھے کہ قادیان کی سرزمین سے آواز آئی۔

ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ ایک ہی وقت میں دو نئی نبوتوں کا دعویٰ آداب ان نعمت کے خلاف ہوگا۔ دعویٰ نہ کیا جائے دروازہ کھولنے کا حق بہرحال محفوظ ہے اور رہے گا۔

چنانچہ قادیانی ذریت کو اس حق کا اعتراف آج بھی ہے۔ جیسا کہ قادیانی فرقے کے ایک ذمہ دار اہل قلم ابوالعطا جالندھری نے "افادات قاسمیہ" نامی کتاب میں جو ربوہ پاکستان سے شائع ہوئی ہے اس حق کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے۔

> "حضرت مولوی صاحب موصوف (مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند) کی کتب[۱] کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے بارے میں متبعین علمائے

---

[۱] یہ مضمون مرزائیوں نے اپنے ماہنامہ "الفرقان" ربوہ کی اکتوبر ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں مکمل طور سے شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ اگرچہ نایاب ہے مگر ہمارے کرم فرما مولانا

محققین کی روشنی میں آپ نے نہایت واضح موقف اختیار فرمایا ہے"۔ (افادات قاسمیہ)
اب دیوبند کے قاسم نانوتوی اور قادیان کے خود ساختہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے درمیان ایک الہامی رشتہ اور معنوی ارتباط کے وجود پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "یوں محسوس ہوتا ہے کہ چونکہ چودھویں صدی کے سر پر آنے والا مجدد وہ امام مہدی اور مسیح موعود بھی تھا اور اسے "امتی نبوت کے مقام سے سرفراز کیا جانے والا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مصلحت سے حضرت مولوی محمد قاسم صاحب کو خاتمیت محمدی کے اصل مفہوم کی طرف وضاحت کے لیے رہنمائی فرمائی اور آپ نے اپنی کتابوں اور اپنے بیانات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی نہایت دلکش تشریح فرمائی .... (افاداتِ قاسمیہ)

(صہ سے آگئے) حافظ نعمت علی صاحب مالک مکتبہ فریدیہ نے بڑی زبردست تگ ودو کے بعد حاصل کر ہی لیا۔ یہ رسالہ ان کے پاس محفوظ ہے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

سے۔ لفظ کتب جمع ہے جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ بانی دار العلوم دیوبند نے ختم نبوت کے بارے میں گھناؤنا تصور اور من گھڑت معنی کو اپنی کئی تصانیف میں بیان کیا اور وہ اس کفری لغزش کا ارادتاً اور قصداً بار بار مرتکب ہوا۔

سے۔ یہ اس مرزائی کا کذب ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتمیت محمد کا یہ گھناؤنا معنیٰ سابق علمائے محققین کی روشنی میں گھڑا ہے۔ بلکہ یہ من گھڑت معنی اسلاف کے معنی کے برعکس ہیں اور اجماع قطعی کے خلاف ہیں۔ یہی بانی دار العلوم دیوبند ہیں جنہوں نے نبوت کو نبوت ذاتیہ اور نبوت عرضیہ میں تقسیم کر کے غلام احمد قادیانی کے لیے نبوت عرضیہ، بروزیہ اور ظلیہ کے ادعا کا موقع فراہم کیا اور افسوس یہ بھی ہے کہ علمائے دیوبند درس نظامی کی کتابوں کے حواشی تک میں یہ قادیانیہ اور مرزائیانہ زہر گھول کر نئی نسل کو مرزائیت کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں۔ چنانچہ

(باقی آگے صفحہ پر)

بلاشبہ آپ کی کتاب "تحذیر الناس" اس موضوع پر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ (افاداتِ قاسمیہ)

قادیانی مصنف کی یہ عبارت محتاج تبصرہ نہیں ہے۔ بیچ چوراہے پر اس نے اہلِ دیوبند کے مصنوعی اسلام کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اب اس سے انکار مشکل ہے کہ دیوبندی حضرات قادیانی مذہب کے بانی نہیں ہیں۔

یہاں تک تو پچھلے حصے کا بقیہ تھا۔ اب اصل قصے کی طرف آیئے اپنے آقایانِ نعمت کے اشارے پر دیوبندی گروہوں کے سربراہوں نے کھل کر نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ انفرادیت کو مجروح کرنے کے لیے منصبِ نبوت کے سارے لوازم اور خصوصی اوصاف اپنے درمیان تقسیم کر لیئے۔

اب ذیل میں انہی کی کتابوں سے اس شرمناک داستان کی تفصیل پڑھیے سردست اس مقام پر دیوبندی لٹریچر کے اس حصے سے میں صرف نظر کرتا ہوں جو اہانتِ رسول کے طویل سلسلوں پر مشتمل ہے اور جس نے مذہبی دنیا میں تہ بجھنے والی ایک آگ لگا کر فرنگی سیاست کا اصل مدعا پورا کر دیا۔

---

۱ حد سے آگے) درس نظامی کی منطق کی ابتدائی کتاب مرقات کے پہلے صفحہ کے حاشیہ پر نانوتوی کے اس کفری نظریہ کو بڑی شد و مد سے بیان کیا اور لکھا گیا ہے کہ

فحامل النبوة اولاً وبالذات لیس الا نبیا صلی اللہ علیہ وسلم وکل من الانبیآء علیہم السلام موصوف بہا ثانیا وبالعرض

(مرقات صد۲ حاشیہ ۵) یعنی اوّلی اور ذاتی طور پر نبوت کے حامل ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے نبی ثانوی اور عارضی طور پر نبوت سے متصف ہیں۔ لاحول ولا قوۃ نانوتوی نے نبوت کو ذاتی اور عرضی میں تقسیم کر کے مرزا قادیانی کو اعلانیہ دعوت ادعائے نبوت دی ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔ (فقیر قادری)

سلہ رسالہ "الفرقان" ماہ اکتوبر ۱۹۶۲ء ربوہ صد۹

مولوی قاسم نانوتوی

اور منصب نبوت

یہی وہ بزرگ ہیں جن کو لوگ " فاتح باب نبوت " کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔ نیز دیوبندی فرقے کے مخصوص مکتب فکر کا آپ کو بانی بھی کہا جاتا ہے ۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ پر بھی نزول وحی کی کیفیت کبھی کبھی طاری ہوتی تھی ۔ براہ راست اس کا خود اظہار کرتے ہوئے چونکہ مصلحت مانع تھی ۔ اس لیے ایک ایسے شخص کا انتخاب عمل میں آیا جس کی بات کا وزن لوگوں پر پڑ سکے ۔

چنانچہ واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آپ شاہ امداد اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا کہ کبھی کبھی بیٹھے بٹھائے میرا سینہ بوجھل معلوم ہونے لگتا ہے ۔

شاہ صاحب نے جو جواب دیا ۔ سوانح قاسمی کے مصنف نے اس کے الفاظ یہ نقل کیے ہیں ، ملاحظہ ہو ۔

"یہ نبوت کا آپ پر فیضان ہوتا ہے اور یہ ثقل (بوجھ) ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا۔ تم سے حق تعالیٰ کو وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے۔"

(سوانح قاسمی ج ۱ صہ ۲۵۴)

سوانح قاسمی میں آپ کو اکثر ان مقامات سے گزارا گیا ہے جن سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم گذر چکے ہیں۔

معتقدین پر آپ کی پیغمبرانہ خصوصیات کا جو رنگ چڑھا ہوا تھا وہ آپ کی وفات کے بعد بھی قائم رہا۔ چنانچہ دار العلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولوی رفیع الدین آپ کی قبر کے متعلق اپنا کشف بیان کرتے ہیں:

مبشرات دار العلوم کے مصنف کے یہ الفاظ پڑھیئے:

حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب سابق مہتمم دار العلوم کا مکاشفہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانئے دار العلوم کی قبر عین کسی نبی کی قبر میں واقع ہے۔

(مبشرات دار العلوم صہ ۳۶)

دیکھ رہے ہیں آپ چلمن سے لگے بیٹھنے کا یہ انداز! صاف صاف نہیں کہہ دیتے کہ "مولانا نانوتوی کی قبر عین نبی کی قبر ہے۔"

اُلٹ پھیر کر بات بھی کہی تو ایسی کہ کہتے ہی چوری پکڑی جائے۔ بھلا ایک نبی کی قبر میں ان کی قبر کیونکر واقع ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس قبرستان میں پہلے سے کسی نبی کی قبر موجود نہیں ہے۔

فرضی طور پر ہی سہی دیوبند کی سرزمین جب معاذ اللہ ایک نبی کی آرام گاہ قرار پا گئی تو اب وہاں ان تمام لوازمات کی موجودگی بھی ضروری ہے جو کسی نبی کی ذات سے متعلق ہو سکتے ہیں۔

حرم

چنانچہ اب لوازمات کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے:
مسجد دارالعلوم دیوبند کی نورانیت و تقدس کا حرم کعبہ کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے مبشرات کا مصنف لکھتا ہے، الفاظ یہ ہیں۔

> مکہ معظمہ کے مشہور مجاور بزرگ جن کا نام محب الدین تھا دارالعلوم میں جب تشریف لائے تھے تو یہاں کی جماعت میں شریک ہو کر اپنا کشفی احساس یہ ظاہر کرتے تھے کہ جس کیفیت کی یافت یہاں کی جماعت میں ہوتی ہے۔ اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا۔"
>
> (مبشرات صـ ۳۴)

تجلیات عرش

مدینۂ طیبہ میں ہر وقت عرش سے رحمت و نور کی بارش ہوتی ہے۔ ایک نبی کی

جلوہ گاہ ہونے کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند کے ساتھ عرش کی تجلیات کا رشتہ ثابت کرنے کی غرض سے مبشرات کا مصنف لکھتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں :

> حضرت مولانا محمد شاہ رفیع الدین صاحب مہتمم دارالعلوم نے اپنے کشف سے معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ دارالعلوم کی وسطی درسگاہ سے عرش معلیٰ تک میں نے نور کا ایک سلسلہ دیکھا ہے
> (مبشرات صہ۳۱)

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہونا باعث مغفرت ورحمت ہے۔ دیوبند کا وہ قبرستان جس میں قاسم نانوتوی صاحب مدفون ہیں۔ اس کا نام "خیطرہ قدسیہ" رکھا گیا ہے۔ اس کے متعلق دیوبندی فرقے کا عقیدہ ہے کہ اس میں مدفون ہونا باعث مغفرت ہے۔ چنانچہ اس قبرستان کے فضل وامتیاز پر روشنی ڈالتے ہوئے مبشرات کا مصنف لکھتا ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

> خیطرہ قدسیہ یا خطہ صالحین یعنی جس قبرستان میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مدفون ہیں۔ اس حصے کے متعلق حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا کشف تھا کہ اس حصہ میں مدفون ہونے والا انشاء اللہ مغفور ہے۔ (صہ۳۱)

یہ انشاء اللہ صرف نمائش کے لیے ہے۔ ورنہ انشاء اللہ کی قید کے ساتھ تو ہر جگہ کا
مدفون مغفرت یافتہ ہے۔ پھر کشف کی بات کیا رہی۔

مدینے کے پانی کے ساتھ ہمسری

مدینے کے پانی کا دیوبند کے پانی کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے مبشرات کا مصنف
ایک فاضل دیوبند کا یہ بیان نقل کرتا ہے۔

"مولسری والے احاطے کے مشرقی سمت میں جو کنواں
ہے۔ اس کا پانی پیجیے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے برف ڈال
دیا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ کنویں کی حد تک اتنا لذیذ اتنا
خوش گوار اتنا شیریں و صاف پانی مشکل ہی سے کسی کنویں کا
اب تک میں نے پیا تھا اور بعد کو بھی برف کے بغیر ایسا
پانی جسے پیتے ہی چلے جایئں۔ لیکن نہ گرانی ہی اس سے پیدا
ہو اور نہ دل بھرے۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اس کا تجربہ
یہاں ہوا یا مدینہ منورہ پہنچ کر بعد کو ہوا۔
(مبشرات صہ ۲۵)

مولوی رشید احمد گنگوہی
اور
منصبِ نبوت

دیوبندی فرقے کے یہ بھی ایک مقتدر پیشوا ہیں۔ یہ عقیدہ کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے آپ ہی کا نکالا ہوا ہے۔ آپ نے بھی اگرچہ صراحت کے ساتھ منصب نبوت کا دعوی نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کے قریب تک ضرور پہنچ گئے ہیں۔
چنانچہ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے بڑے طنطنے کے ساتھ یہ دعوی کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

> "سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔"
> (تذکرۃ الرشید ج۲ ص۱۷)

کسی کے اتباع پر نجات موقوف ہو یہ صرف نبی کا منصب ہے اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ اس کے لیے کسی دلیل کی احتیاج نہیں اور پھر بات اتنی ہی نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ یہ دعویٰ بھی مترشح ہے کہ اس زمانے میں نجات کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کافی نہیں ہے۔ گویا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت منسوخ ہوگئی ہے اور اب نجات کے لیے نئے نبی کی پیروی ضروری ہے۔

اپنے بارے میں یہ دعویٰ تو آپ نے اپنی زبان سے کیا ہے۔ آپ کے بارے میں آپ کے معتقدین کے کیا خیالات ہیں۔ اب ذرا ان کی بھی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کے بارے میں کسی مستان قسم کے فقیر کی یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ

> میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔"
> (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۲۲)

یعنی قضا و قدر کا محکمہ آپ ہی کے حوالے ہے۔ تقدیروں کے نوشتے آپ ہی کے رشحات قلم سے تیار ہوتے ہیں۔ کسی مصیبت زدہ شخص کے بارے میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ:

> "تم گنگوہ جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے۔ میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔"
> (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۵)

اس بات پر سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اولیا دے آگے صرف نبی کا مقام ہے۔ دیوبندی گروہ کے شیخ الہند جناب مولوی محمود الحسن صاحب نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے پیغمبرانہ منصب پر جو قصیدہ لکھا ہے۔ اب دو چار اشعار اس کے بھی ملاحظہ فرمایئے۔

> وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
> تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوب سبحانی
> (مرثیہ رشید احمد گنگوہی صہ ۱۲)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے موقع پر مشرکین نے اُعْلُ هُبَل کا نعرہ لگایا تھا۔ یعنی ہبل جو ان کا سب سے بڑا بت تھا۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ تجھے سرنگوں کرنے والا دنیا سے چلا گیا اب تو سر بلند ہو جا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ منصب کیا تھا آپ کے منصب کی مطابقت تو جبھی ہوگی جب آپ کی وفات پر بھی اسی طرح کی صدا بلند ہو صرف وفات سرور عالم کو نقشہ آپ کی رحلت کہہ دینے سے تو کام نہیں چلتا۔

چنانچہ دوسرے شعر میں مطابقت وہمسری کا حق یوں ادا کرتے ہیں ؎

> زباں پر اہلِ ہوا کی ہے کیوں اُعْلُ ہُبَل شاید
> اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی!
> مرثیہ صہ ۹

ساری دنیائے اسلام سرورِ دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتی ہے۔ اور انھی

کے متعلق اسلامی دنیا کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ لیکن اس غریب دنیا کو کیا معلوم کہ دیوبندی گروہ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ثانی پیدا بھی ہوا اور مر بھی گیا۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اُعلُ ہُبل کا نعرہ اس وقت بلند ہوا تھا جب دنیا سے بانیٔ اسلام کا ظاہری سایہ اٹھ گیا تھا۔ اور اب دوسری مرتبہ وہی نعرہ جو بلند ہوا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بانی اسلام کا کوئی ثانی اٹھ گیا ہے۔

وفات سے وفات کا نقشہ بھی ملا دیا۔ نعرہ بھی لگوا دیا اور ثانی بھی بنا دیا اب پیغمبرانہ منصب میں کیا کمی رہ گئی ہے۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی اور آگے لکھتے ہیں۔

> زمانے نے دیا اسلام کو داغ اس کی فرقت کا
> کہ تھا داغ غلامی جس کا تمغائے مسلمانی
>
> (مرثیہ صفحہ)

یہ منصب صرف نبی کا ہے کہ اس کی غلامی کا داغ مسلمان ہونے کی سند ہے۔ کسی امتی کو یہ مقام ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ آپ بانی اسلام کے ثانی ہیں اس لیے آپ کو پیغمبرانہ منصب کا یہ خصوصی حق بھی ضرور ملنا چاہیے۔ یہاں تک تو موازنہ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اب آپ کی شخصیت کا موازنہ دیگر انبیاء کے ساتھ یوں کیا گیا ہے۔

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بانگ حق کے ساتھ آپ کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> اس کی آواز تھی یا بانگ خلیل اللّٰہی
> کہہ کے لبیک چلے اہل عرب اہل عجم۔

اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تقابل ملاحظہ فرمائیے :

اس کی آواز تھی بے رشکِ قُمِ عیسیٰ کی صدا جس کے صدقے سے لیا علم نے دوبارہ جنم

اور اس شعر میں تقابل کے ساتھ ترجیحی پہلو کس قدر نمایاں ہے۔
ملاحظہ فرمائیے :

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

ابن مریم حضرت مسیح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ آپ نے تو صرف مردوں کو زندہ کیا تھا زندوں کو مرنے سے نہیں بچا سکے تھے۔ مگر ہمارے بانیٔ اسلام کے ثانی نے تو مردوں کو بھی زندہ کیا اور زندوں کو بھی مرنے سے بچا لیا۔ بتائیے! کس کا کمال قابلِ ترجیح ہے۔

اب سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام سے ساتھ گنگوہی صاحب کا نہیں، بلکہ ان کے کالے کالے بندے یعنی حبشی غلاموں کا تقابل ملاحظہ ہو۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی

یعنی خود بانی اسلام کے ثانی اور آپ کے کالے کالے بندے سیدنا یوسف علیہ السلام کے ثانی۔

اب بتایئے!
کہ یہ منصب کسی بڑے پیغمبر کا نہیں ہے تو اور کس کا ہو سکتا ہے ــــ ؟
(معاذ اللہ)

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی اپنے آپ کو سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی نہیں کہہ سکے۔ امتی ہی بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی شان میں اس سے بڑھ کر توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ کسی ادنیٰ شخص کے کالے کالے غلاموں کو ان کا ہمسر و ثانی بنا دیا جائے۔ نعوذ باللہ۔

نبی کی عظمت سے کھیلنا بھی نبی کے منصب سے ہمسری بھی
کہاں یہ لائی ہے آدمی کو شقاوتوں کی یہ سرکشی بھی

مولوی اشرف علی تھانوی
اور
منصب نبوت

یہ حضرت بھی دیوبندی گروہ کے بہت بڑے مذہبی پیشوا ہیں۔ آپ ہی نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ

دیگر مسلمانوں کی دینی آسائشوں کا خون کیا ہے۔ اور جس کے زخموں کی ٹیس سے آج تک کراہنے کی آواز آبا دیلوں سے اٹھتی رہتی ہے۔

آپ منصب رسالت کی راہ طلب میں اپنے ساتھیوں سے کئی قدم آگے ہیں۔ آپ نے بھی اگرچہ کھل کر دعویٰ نہیں کیا، لیکن کھل کر سامنے ضرور آگئے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ کے معتقدین آپ کو "مجدد مبعوث" تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ منصب بھی نبوت ہی کا ایک ضمیمہ ہے۔ یعنی مجدد مبعوث جس منصب پر فائز ہوتا ہے۔ وہ نبوت سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے۔

نبوت میں تھانوی صاحب کے ایک پرجوش معتقد کی یہ تحریر پڑھیے:

> مجدد بھی نبی کی طرح مبعوث ہوتا ہے۔ یعنی تجدید دین کی خدمت کے لیے ہی پیدا فرمایا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر ولی و بزرگ یا محدث و فقیہ مجدد نہیں ہوتا۔"
>
> (جامع المجددین ص ۵۱)

ظاہر ہے کہ جب مجدد بھی نبی کی طرح مبعوث ہوتا ہے تو یہ منصب سب کو کیسے مل سکتا ہے۔ دوسری جگہ اس سے زیادہ واضح لفظوں میں منصب نبوت کا ضمیمہ ثابت کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

> غرض بعثت مجددین ختم نبوت کی کتاب کا ایسا ناگزیر ضمیمہ ہے جس کے بغیر اس کتاب کا ختم سمجھنا ہی دشوار ہے اور نہ عقیدۂ ختم نبوت کی اس دشواری کو آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے کہ جب معمولی عقائد و اعمال ہی میں اختلال نہیں بلکہ کفر و شرک تک کے دینی مقاصد ہر زمانے میں نئے نئے

پیدا ہوتے رہتے ہیں تو پھر آخر نبوت کی ضرورت کیسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

(جامع المجددین مولفہ عبدالباری صہ ۱۹، ۲۰)

دیکھ رہے ہیں آپ؟ بالکل وہی انداز استدلال ہے جو قادیانی مذہب کے قصے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ یعنی عقل و ضرورت کا تقاضا ہے کہ نبوت کا سلسلہ جاری رہنا چاہیئے۔ آخر غلام احمد قادیانی کا اس سے زیادہ اور کیا کفر ہے کہ اس نے عقل و ضرورت ہی کا یہ تقاضا پورا کیا تھا۔

بہر حال آگے بڑھیئے۔

تھانوی صاحب کے حق میں ان کے منصب کی دلیل کے لیے زمین یوں ہموار کرتے ہیں۔

"حضرات انبیا علیہم السلام کو ان کی نبوت کے لیے دلائل و آیات ہمیشہ ان کے مذاق اور مطالبات کے مناسب عطا ہوتے رہے۔ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے بڑا معجزہ ذَالِكَ الْكِتَابُ اور اس کی آیات و تعلیمات کا عطا فرمایا گیا۔

(جامع المجددین صہ ۱۴)

اتنی تمہید کے بعد اب اصل بات نوک قلم پر آتی ہے۔ تھانوی صاحب کے لیے معجزہ منصب کی دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"آج جب شخص بھی دین اسلام کے چہرے کو پورے

جمال و کمال کے ساتھ بالکل صاف و بے غبار جامع و کامل دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ عہد حاضر کے جامع المجددین (مولانا تھانوی) کی کتابی آیتوں کی طرف علماً و عملاً رجوع کر کے خود مشاہدہ کر سکتا ہے۔"

(جامع المجددین ص ۱۷۵)

وہ پیغمبر ہی کیا جس کے پاس کتابی آیات نہ ہوں۔ اسلام کی تجدید ہی کے نام پر مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔ اور یہاں بھی تجدید ہی سے ابتداء کی جا رہی ہے۔

پیغمبر اپنے پیچھے اپنی امت کے لیے اپنی زندگی کا ایک اسوہ اور نمونہ بھی چھوڑتا ہے۔ تھانوی صاحب نے بھی اپنے بعد ایک نمونہ چھوڑا ہے۔ ذرا ان الفاظ کے تیور ملاحظہ ہوں۔

"جس طرح انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے لیے "احسن عمل" اکمل اسوہ ہوتے ہیں اسی طرح نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین سے تھانوی مجدد کی زندگی تجدیدی درجے میں امت محمدیہ کے لیے اسلام کی عملی تعلیمات کا ہر شعبہ میں کامل و جامع نمونہ تھی۔"

(جامع المجددین ص ۱۵۱)

معاذ اللہ! امت محمدیہ کے لیے اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ کافی نہیں رہا۔ نیا پیغمبر، نئی امت، نیا نمونہ۔

ایک خواب

جو شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا

یہاں تک تو اہلِ طلب کی ساری جد وجہد منصبِ نبوت کے گرد و پیش تھی اب کہانی اس مقام پر پہنچ رہی ہے جسے نقطۂ عروج کہنا چاہیے۔ یہاں پیغمبری کے منصب کا اظہار درجہ ابہام میں نہیں ہے۔ بالکل صراحت کے اُجالے میں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کلمہ دوسروں نے پڑھا۔ تصدیق خود کی ہے۔

اس کہانی کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ تھانوی صاحب کے ایک مرید نے خواب دیکھا۔ بالکل اپنے قالب کا خواب) پھر جاگ گیا۔ یا خواب میں بھی جاگتا ہی تھا۔ بہر حال اس کے قلم کی لکھی ہوئی سرگزشت جسے تھانوی صاحب کو بطور نذر عقیدت کے اس نے پیش کیا تھا یہ ہے:

> "ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز (ایک کتاب کا نام)

دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سوجانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا۔ لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی، اس لیے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا۔

(رسالہ الامداد صفحہ ۳۴، شوال ۱۳۳۵ھ)

اب یہاں سے اصل خواب شروع ہوتا ہے۔ کلیجے پر ہاتھ رکھ کر پڑھئے آگے لکھا ہے ـــــــ

"کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (یعنی تھانوی صاحب) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے۔ لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔"

(رسالہ الامداد صفحہ ۳۴)

علم نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ خواب کے واقعات دراصل ذہنی تصورات کا عکس ہوتے ہیں۔ زبان اتنی سرکشی پر نہیں اتر سکتی کہ بار بار دل کے ارادوں کے خلاف ورزی کرے۔

بہرحال کہانی یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ اصل واقعہ آگے پڑھیے۔ اس کے بعد لکھتا ہے:

> "دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (تھانوی صاحب) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے، لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا۔ اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔"
>
> (رسالہ الامداد صفحہ ۳۵)

خواب میں "حضور" کا سامنے آنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے، بھلا غائبانے میں کلمہ پڑھنے کا لطف ہی کب ہے؟

یہاں تک تو بات خواب کی تھی اس لیے آپ صفائی میں کہہ سکتے ہیں کہ خواب پر کیا گرفت کی جا سکتی ہے، خواب میں تو بدخوابی بھی ہو سکتی ہے کیا اس پر کوئی شرعی حد قائم کی جائے گی۔ بات سو فیصدی صحیح ہے۔ لیکن اب یہاں سے بیداری کا قصہ شروع ہوتا ہے غور سے پڑھیے آگے لکھتا ہے:

> "اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بھی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ہی کا

کا خیال تھا۔ لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دفع کیا جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ لیکن پھر بھی کہتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا اَشْرَفْ عَلِیْ ، حالانکہ اب میں بیدار ہوں خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔"

(رسالہ الامداد صفحہ ۳۴)

اللہ اکبر! تھانوی صاحب کی نبوت کا خیال اس طرح جوارح پر چھا گیا کہ خواب میں بھی انہی کی رسالت کا کلمہ پڑھا گیا اور اب بیدار ہوئے اور ہوش و حواس میں آئے تو اب درود بھی انہی پر بھیجا جا رہا ہے۔

کم بخت وہ زبان بھی کتنی تساطر اور عیار ہے جو اپنے مرشد کو کلمہ تنقیص کہنے کے لیے تو بے قابو نہیں ہوتی لیکن اسے رسول دینی بنانے کے لیے بے قابو ہو جاتی ہے۔ یہ عذر لنگ اگر قبول کر لیا جائے تو دنیا سے بالکل امان ہی اٹھ جائے۔ بڑے سے بڑا دشنام طراز بھی یہ کہہ کر نکل جائے کہ کیا کروں بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں ہے۔

اور غضب یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ پیر مغاں "اس صریح کلمہ کفر پر اپنے مرید کو سرزنش فرماتے یہ حوصلہ افزا جواب لکھ کر بھیجتے ہیں۔

" اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے

ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔"

(رسالہ الامداد ص ۳۴)

اتباع سنت ہی کی راہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی معاذ اللہ منصب نبوت تک پہونچنے کا موقع ملا تھا۔ جیسا کہ خود اس نے کئی جگہ اس کا اعتراف کیا ہے اور یہی راستہ آپ نے بھی تجویز کیا ہے۔ جس نشاط طبع کیساتھ ایک کفر صریح کی تحسین فرمائی گئی ہے۔ مریدین، معتقدین کے لیے اس جواب میں کتنے خاموش اشارے چھپے ہوئے ہیں اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے سب اسے محسوس کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس جواب پر انہی کے گروہ کے ایک مستند فاضل کا یہ تاثر پڑھنے کے قابل ہے۔

"اپنے معاملات میں تاویل و توجیہہ اور اغماض حق و مسامحت کرنے کی مولانا (تھانوی) میں جو خو تھی اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ مریدنے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ میں ہر چند کلمہ تشہد صحیح صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن ہر بار یہ ہوتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے۔ شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکہ ہے۔ تم فوراً توبہ کرو اور استغفار پڑھو۔ لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے محبت ہے اور یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔"

(رسالہ "برہان" فروری ۵۲ء ص ۱۰۸)

(تحریر: مولانا سعید احمد اکبرآبادی)

اب وہی بات جو میں نے شروع میں کہی تھی کہ شرک چاہے الوہیت کے ساتھ ہو یا رسالت کے ساتھ۔ بہرحال وہ کفر و انکار کے ہم معنی ہے۔ اس لیے جن لوگوں نے منصب نبوت و رسالت کے ساتھ کسی طرح کی بھی وجہ اشتراک نکالی ہے۔ وہ قطعاً منکرین کے زمرے میں ہیں۔

نانوتوی صاحب کے اس جواب پر بحث کرتے ہوئے مولانا احمد سعید صاحب اکبر آبادی نے بھی مبرہن اس بات کا اعادہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

> "ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ماننا شرک فی اللہ اور کفر ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات نبوت میں کسی کو شریک جاننا بھی شرک فی الرسالۃ ہے۔"
>
> (رسالہ برہان، فروری ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۰۸)

حرفِ آخر

گفتگو طویل ہو گئی۔ اب اپنی بات کو سمیٹتے ہوئے خیالات کے صرف چند مرکزی گوشوں پر آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔

قادیانی مذہب کے بارے میں جن امور کی نشان دہی میں نے پچھلے صفحات میں کی ہے۔ انھیں قبول کرنے میں آپ کو کوئی زحمت پیش نہ آئے گی۔ کیوں کہ اول تو ان کے چہرے کا نقاب بہت زیادہ گہرا نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ ابتدا ہی سے ہمارے معاشرے میں انہیں کوئی جگہ نہیں دی گئی ہے۔ اس لیے ذہنی طور پر بھی وہ ہم سے بہت فاصلے پر رہے ہیں۔

لیکن یہ دیوبندی گروہ تو اپنی ذہانت کیا منفرد ہمارے قریب رہتا ہے کہ اس کا پس منظر تو کیا سمجھ میں آئے گا کہ اس کا پیش منظر بھی سمجھنا مشکل ہے۔

اس گروہ کا اصل سراپا یا تو اس کی کتابوں میں نظر آتا ہے یا پھر کسی "قابل اعتماد" ماحول کی تنہائی میں۔

منظر عام پر تو اس کا میک اپ انتہائی دلفریب اور گمراہ کن ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں میں نے ان کی کتابوں کے حوالے سے جو دھماکہ خیز انکشافات گزشتہ صفحات کے حوالے

کیے ہیں۔

اُن کا یقین کرنے کے لیے آپ کو اپنے ذہن کو وہ تمام سانچہ توڑنا ہوگا جو اس گروہ کے نمائشی اسلام کے زیر اثر آپ نے بنا رکھا ہے اور یہ بھی تسلیم کہ آپ کے لیے یقیناً ایک دشوار امر ہوگا۔ لیکن اس دشواری پر قابو پانے کے لیے میں حقیقت کی ایک کلید آپ کے حوالے کر رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ:۔

دیوبندی مکتب فکر کے تین پیشواؤں کے بارے میں جو حقائق سپرد قلم کیے گئے ہیں اُن کی دو ہی حیثیت ممکن ہے۔

یا تو اس مکتب فکر کے موجودہ وکلا ان کی کوئی تاویل کریں گے یا سرے سے انکار کر دیں گے۔

دنیا سے اگر زبان و قلم کا امان نہیں اُٹھ گیا ہے تو وہ ہرگز انکار نہیں کریں گے۔ کیوں کہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ یہ کتابیں ان ہی کے گھر کی ہیں۔ البتہ وہ تاویل کا پہلو اختیار کریں گے۔ اور کہیں گے کہ ان عبارتوں کا مطلب دراصل وہ نہیں ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

بس اسی مقام پر مجھے یہ کہنا ہے کہ بالفرض اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ ان عبارتوں کا مطلب کچھ اور بھی ہے۔ جب بھی کم از کم یہ سوال اپنی جگہ پر باقی ہے کہ اس طرح کی عبارت ایک آدھ ہوتی تو ہم اپنے آپ کو سمجھا لیتے کہ یہ قلم کی لغزش ہے۔ لیکن مولوی قاسم نانوتوی سے لے کر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی تک سب کے حق میں مشترک طور پر قلم کی اتنی لغزش کا تصور ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔

ایک ہی مکتب فکر کے تینوں پیشواؤں کے بارے میں لکھنے اور سوچنے کا ایک ہی انداز واضح طور پر اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ:

دراصل یہ قلم کا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔ بلکہ پیغمبرانہ منصب کی طرف ایک سوچی سمجھی اور منظم پیش قدمی ہے۔

ورنہ اس کا کیا جواب ہے کہ: ـــــــ ایک ہی الزام پھر یہ یکسانیت

کے ساتھ ایک ہی گروہ کے تین بڑوں میں مشترک کیوں ہے؟

ع : کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

☆☆☆

اپنے ہی ہتھیار سے اپنے مذہب کا خون

کلمہ طیبہ کے خلاف

ایک نئے فتنے کی کہانی

علمائے دیوبند نے پچاس سال کے اندر اپنے فرقے کے لوگوں کا جو ایک ذہن بنا دیا ہے کہ جو چیز بھی اپنی موجودہ ہیئت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے زمانے میں موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، ناجائز اور حرام ہے۔ وہی ذہن اب امت مسلمہ کے لیے قیامت بنتا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس گمراہ کن ذہنیت کے نتیجے میں جو لوگ اب تک میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے خلاف برسرپیکار تھے۔ اب انھوں نے کلمہ طیبہ کے خلاف ایک محاذ کھولا ہے جہاں سے وہ اعلانیہ کلمۂ طیبہ کا انکار کر رہے ہیں۔

اس واقعہ کی عبرتناک تفصیل یہ ہے کہ قاری طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے کلمہ طیبہ کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا ہے۔ جس میں انھوں نے نہایت حسرت کے ساتھ اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ کچھ لوگ کلمہ طیبہ کے خلاف نیا فتنہ اٹھا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ موجودہ ہیئت و ترکیب کے ساتھ حضور کے زمانے میں موجود نہیں تھا۔ اس لیے یہ بدعت ہے۔ قاری صاحب نے اپنے رسالے میں ان کی دلیل کے جو الفاظ نقل کیے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

> "کلمہ طیبہ اس ہیئت ترکیبی کے ساتھ قرآن وحدیث میں کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کسی صحابی کے قول سے بھی ثابت نہیں ہوا۔"

اس کے ساتھ ایک دلچسپ جبر بھی ہے کہ رائج الوقت کلمہ طیبہ کا انکار انھوں نے کسی بغاوت کے جذبے میں نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس کے پیچھے قطعی دینی مفاد اور امت کی خیر خواہی کے جذبے کی نمائش کی گئی ہے۔ چنانچہ قاری طیب صاحب اپنے رسالے میں ان کے انکار کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "کلمہ کے بارے میں امت کو کتاب وسنت کے معیار سے گرنے نہ دیا جائے اور جو چیز امت میں کتاب وسنت کے خلاف رواج پکڑ جائے اس کا برملا انکار کر کے امت کو پھر کتاب وسنت پہ لے آیا جائے۔"
>
> (کلمہ طیبہ صد۱۶)

غضب کی بات یہ ہو گئی کہ ظالموں نے یہ سوال قاری طیب صاحب سے ہی

کیا ہے۔ حالانکہ بدعت کے سوال پر دونوں فریق کے سوچنے کا انداز بالکل ایک ہے قاری طیب صاحب کا جواب اس لحاظ سے بڑا ہی دلچسپ ہے کہ جگہ جگہ انہیں اپنی جماعت کا ذہنی ساتھ توڑنے میں سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

کتنی ہی بار انھوں نے اپنے موروثی موقف سے انحراف کیا ہے اور نہایت بیدردی کے ساتھ اپنے بزرگوں کے مسلک کا خون کیا ہے، تب جاکر وہ ایک سوال کا جواب دے پائے ہیں پوری کتاب میں ان کی عبرتناک حیرانی اور اہل سنت کے استدلال کی طرف بار بار پلٹنے کا تماشہ قابل دید ہے۔

ان کی اس کتاب سے چند اقتباسات صرف اس لیے ذیل میں نقل کر رہا ہوں کہ واضح طور پر دیوبندی حضرات بھی یہ محسوس کرلیں کہ جو مسلک اجتماعی زندگی میں دو قدم بھی ساتھ نہیں دے سکتا اُسے بے جان لاش کی طرح اٹھائے پھرنے سے کیا فائدہ؟

منکرین کلمہ نے اپنے استدلال میں کہا ہے کہ صیغۂ شہادت کے بغیر جہاں بھی یہ کلمہ آیا ہے۔ وہاں صرف لا الٰہ الا اللہ ہے محمد رسول اللہ مذکور نہیں ہے۔

لہٰذا!

ان دونوں کلموں کو ملاکر پڑھنا اور کلمۂ واحد بنالینا بدعت اور ناجائز ہے۔

قاری طیب صاحب نے اس استدلال کا جو جواب دیا ہے، وہ دیوبندی نسل کے لیے بڑا ہی عبرت انگیز ہے، فرماتے ہیں:

> "مانا کہ روایات میں یہ جملۂ ثانیہ مذکور نہیں لیکن اس کی نفی اور ممانعت بھی تو مذکور نہیں جس سے لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ ملاکر پڑھنا ممنوع ثابت ہو۔"
>
> (کلمہ طیبہ صفحہ ۸۶)

منکرین کے اس مطالبہ پر کہ رائج کلمۂ طیبہ کے جواز کے لیے صحابہ کرام کا عمل دکھا دیجئے "قاری صاحب" کی حیرانی کا عالم قابلِ دید ہے۔ لیتے ہی رٹائے ہوئے سوال کا جب کوئی جواب نہیں بن پڑ سکا ہے تو جھنجھلاہٹ میں یہاں تک لکھ گئے ہیں:

> "اس کے جواز کا مدار کتاب و سنت اور اجماع پر ہے، نہ کہ فعل صحابہ کرام پر کہ یہ حجت مستقلہ ہی نہیں۔ اس لیے حجیت کے سلسلے میں مستقلاً فعل صحابہ کا مطالبہ کیا جانا شرعی فن استدلال کو چیلنج کرنا ہے۔"
>
> (کلمۂ طیب صہ ۱۵)

چلیے چھٹی ہوئی!

ع : وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ ہو

ہائے رے! ذہن و فکر کی گمرہی، ایک سوال سے پیچھا چھڑانے کے لیے چند درچند سوالات اپنے اوپر لاد لیئے گئے۔

عرض کرتا ہوں!

"حجت مستقلہ" نہ سہی حجت تو ہے پھر اس کا مطالبہ شرعی فن استدلال کو چیلنج کرنا کیوں ہوا؟ جواب دیجئے!

اور یہ بھی ارشاد فرمایا جائے کہ میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے جواب کے سلسلہ میں فعل صحابہ کا مطالبہ کر کے پچاس برس سے جو شرعی فن استدلال کو چیلنج کیا جا رہا ہے تو اس کا خون کس کی گردن پر ہوگا۔؟

لگے ہاتھوں یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ جماعت اسلامی والے بھی فعل صحابہ کو حجت مستقلہ نہیں مانتے اور آپ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے۔ دونوں میں وجہ فرق کیا ہے۔ ایک ہی بات کا انکار کر کے وہ کیوں کافر و گمراہ اور آپ مومن و حق پرست؟

اور حجت نہ ہو تو اس سوال کا جواب بھی مرحمت فرمایا جائے کہ جواز کا مدار آپ نے کتاب و سنت اور اجماع پر رکھا ہے۔ فعلِ صحابہ کو حجت غیر مستقلہ قرار دے کر آپ نے مستثنیٰ کر دیا ہے تو کیا آپ کے نزدیک "اجماع حجت مستقلہ ہے"؟

لغزش و حیرانی کا سلسلہ اتنے پر ہی نہیں ختم ہو جاتا آگے چل کر ہتھیار ڈال دینے والی بات شروع ہو گئی ہے۔ اپنے مذہب فکر کی ذہنی شکست کا ایک کھلا ہوا اعتراف ملاحظہ فرمایئے! لکھتے ہیں:

> "کلمہ طیبہ کی نفی کے لیے استدلال کی یہ شکل کسی حالت میں بھی معقول نہیں ہو سکتی کہ یا تو کلمہ طیبہ کا استعمال کسی ایک صحابی سے ہی دکھلا دیا جائے ورنہ اس کے استعمال کو ممنوع سمجھا جائے۔"
>
> معقول صورت استدلال کی اگر ہو سکتی ہے تو اثبات کی ہی ہو سکتی ہے جس میں مانعین کلمہ سے بطور دلیل نقض یہ کہا جائے گا کہ یا تو کلمہ طیبہ کی ممانعت کسی ایک ہی صحابی کے قول و فعل سے دکھا دی جائے۔ ورنہ اسے جائز سمجھا جائے۔"
>
> (کلمہ طیبہ ص ۱۱)

صد حیف، آنکھ بھی کھلی تو اس وقت جب مسلمانوں کی مذہبی آسائش کا خرمن جل گیا یہی انداز فکر اب سے پہلے اپنا لیا ہوتا تو میلاد و قیام اور عرس فاتحہ کے مسائل پر ہمارے اور آپ کے درمیان نہ ختم ہونے والی بیکار جنگ شروع ہوتی۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ یا تو میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کی ممانعت کسی ایک ہی صحابی سے دکھلا دی جائے ورنہ ان امور کو جائز سمجھا جائے۔

اور ہمارا بھی تو آپ سے بار بار یہی کہنا تھا کہ میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے عدم جواز کے لیے استدلال کی یہ شکل کسی حالت میں بھی معقول نہیں ہو سکتی کہ یا تو ان امور پر عمل درآمد کسی ایک ہی صحابی سے دکھا دیا جائے، ورنہ انہیں ممنوع سمجھا جائے۔ اب ماضی و حال کے آئینے میں اپنی جماعت کا کردار سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ امت مسلمہ کے اندر مذہبی انتشار پھیلانے کا الزام کس کے سر ہے۔ وقت نہیں گیا ہے۔ اب بھی اس الزام سے عہدہ برآ ہونے کی کوئی راہ تلاش کر لیجئے۔

بات اتنے ہی پر ختم نہیں ہوئی ہے آگے چل کر تو انھوں نے وہ بنیاد ہی کھود ڈالی ہے جس پر دیوبندی جماعت کا ایوان کھڑا ہے۔ جس بے دردی کے ساتھ انھوں نے اپنی جماعت کے انداز فکر کا قتل عام کیا ہے۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

"منکرین کلمہ کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "بہت سے مباحات اصلیہ جو عہد اسلام کے زمانے میں زیر عمل نہیں آئے۔ مگر اباحت اصلیہ کے تحت جائز ہیں یا بہت سے اجتہادی مسائل جو زمانہ صحابہ میں زیر عمل تو کیا زیر علم بھی نہیں آئے، مگر بعد میں کسی اصول شرعی سے مستنبط ہوئے تو وہ اس لیے ناجائز قرار نہیں پا سکتے کہ ان کے بارے میں صحابہ کا عمل منقول نہیں ہے۔ پس ایسے مسائل پر جب بھی امت عمل پیرا ہو جائے۔ اسے اس کا حق ہے اور وہ عمل شرعی ہو کر ہی ادا ہوگا۔"
>
> (کلمہ طیبہ صہ ۱۱۲)

حالات کی ستم ظریفی بھی کتنی عجیب و غریب ہوتی ہے کل تک میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کے جواز پر یہی دلائل ہم پیش کرتے تھے تو ہماری گفتگو سمجھ ہی میں نہیں آتی تھی لیکن آج اپنا معاملہ آن پڑا ہے تو اپنے مذہبی علم و استدلال کی پوری بساط ہی الٹ دی گئی چلیے ہماری بات نہ سہی اپنی ہی بات مان کر اب تو راہِ راست پر آجایئے، اور میلاد و قیام اور عرس و فاتحہ کی مذمت سے توبہ کر لیجئے۔ اب تو صرف اس لیے ان امور کو ناجائز نہ کہیے کہ ان کے بارے میں صحابۂ کرام کا عمل منقول نہیں ہے۔